



سلسلہ تقریبات پندرہویں صدی ہجری

عالم اسلام — دورِ حاضر میں

قومی کانفرنس

برائے

تاریخ و ثقافت

افتتاحی خطاب

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

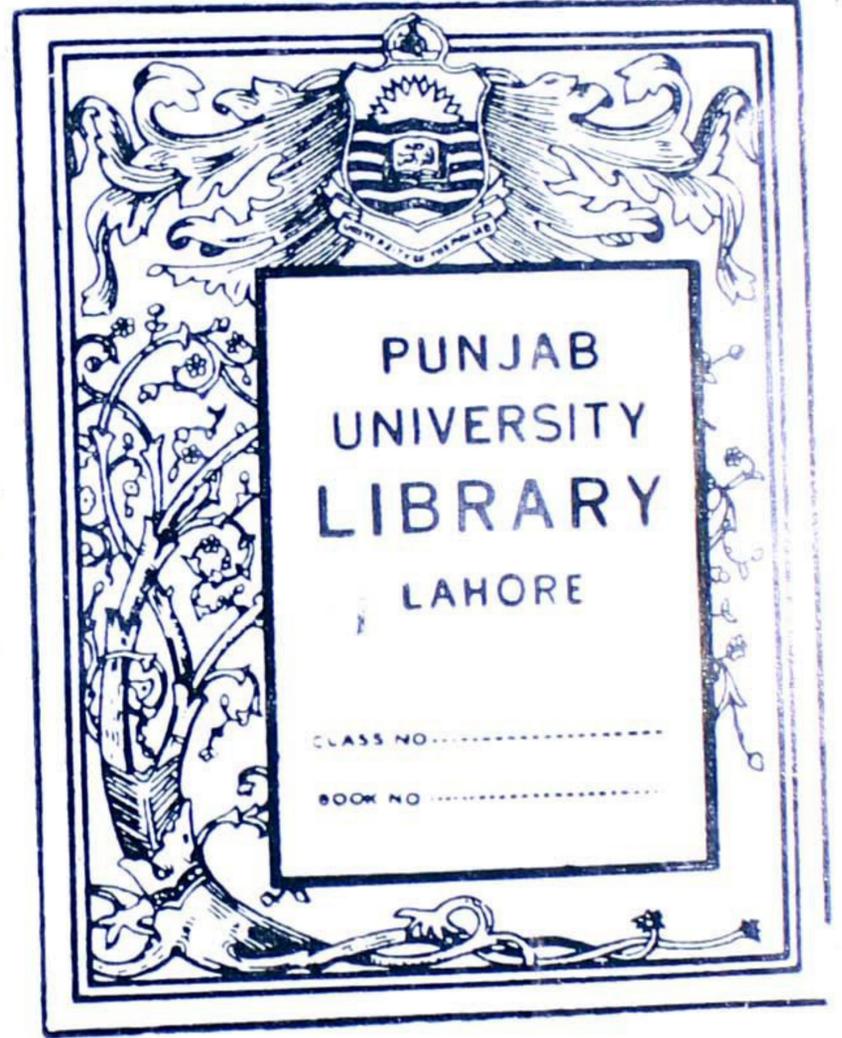
3841

اسلام آباد - ۳ جولائی ۱۹۸۰ء

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شہر قپوری، نقشبندی مجدی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا



S-369—Punjab University Press—10,000—29-1-2003

3841



بِسلسلہ تقریبات پندرہویں صدی ہجری

عالم اسلام — دورِ حاضر میں

قومی کانفرنس

برائے

تاریخ و ثقافت

افتتاحی خطاب

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

اسلام آباد - ۳ جولائی ۱۹۸۰ء



87091

~~69801~~

UNIVERSITY  
LIBRARY

3841

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

صد سالہ تقریباتِ ہجری کی قومی کمیٹی کے چیئرمین، جناب اے کے بروہی صاحب

وفاقی وزیرِ تعلیم، جناب محمد علی خان صاحب

تاریخی اور ثقافتی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر امین، اے بلوچ صاحب

مندوبینِ گرامی اور

معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم - عالموں، فاضلوں اور دانشوروں سے مزین اس قومی کانفرنس کا افتتاح

میرے لئے عزت اور خوشی کا باعث ہے۔ میں اسے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ ہم پاکستان

میں پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات منعقد کرنے کے اہل ہوئے ہیں۔ یہ قومی کانفرنس اسی سلسلے

کی ایک کڑی ہے جس کا اہتمام نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ نے کیا ہے۔ اس کانفرنس کا جو موضوع "عالم اسلام — دورِ حاضر میں" منتخب کیا گیا ہے، وہ جتنا وسیع ہے اتنا ہی اہم بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ مختلف اسکالر اور دانشور اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا مفصل جائزہ لیں گے اور ان پر سیر حاصل روشنی ڈالیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کانفرنس میں پڑھے گئے مقالوں کو نہ صرف کتابی شکل میں محفوظ کیا جائے بلکہ کانفرنس کے آخر میں خاص خاص نکات، تجاویز یا سفارشات کی شکل میں مرتب بھی کئے جائیں تاکہ ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

میں دورِ حاضر میں عالم اسلام پر نظر ڈالتا ہوں تو میرے ذہن میں بیک وقت دو طرح کی تصویریں ابھرتی ہیں۔ ایک طرف مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ رُشد و ہدایت کی جو روشنی چودہ سو سال پہلے عرب کے ایک لق و دق صحرا سے پھوٹی تھی وہ آج کرۂ ارضی کے تقریباً تمام حصوں کو منور کر چکی ہے۔ بہت سے مسلمان سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے ملکوں کی محفوظ چار دیواری میں عزت و وقار کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کو طرح طرح کے وسائل سے مالا مال کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج عالم اسلام ایک نئے شعور، ایک نئے جذبے اور ایک نئی تحریک سے آشنا ہو چکا ہے اور وہ عالمی برادری میں اپنا مؤثر اور مثبت کردار ادا کرنے

کے لئے کوشاں ہے۔

دورِ حاضر میں عالمِ اسلام کی تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آج بھی بہت سے مسلمان اپنے بنیادی حقوق سے محروم اور اپنی منزل سے دُور ہیں۔ کہیں وہ حقِ خود ارادیت کو ترس رہے ہیں اور کہیں وہ سیاسی اور معاشی سامراجیت کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ کہیں انہیں اپنے وطن سے نکال کر بے گھر کر دیا گیا ہے اور کہیں خلافِ مرضی ان پر ناپسندیدہ حکومت ٹھونس دی گئی ہے۔ اسی طرح تمام مسلمان ممالک کو صحیح معنوں میں متحد کرنے اور ان کی جملہ وسائل کو مسلمانوں کو اجتماعی بہبود کے لئے بروئے کار لانے کا کام بھی ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ ابھی اقوامِ عالم میں انہیں ایک موثر اور فیصلہ کن قوت بننے کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

ان دونوں رُخوں پر تقابلی نظر ڈالنے سے میرے ذہن میں جو مجموعی تاثر مرتب ہوتا ہے وہ خوشی، امید اور متوقع کامیابی کا ہے۔ عالمِ اسلام آج جن مسائل سے دوچار ہے وہ ناقابلِ حل نہیں ہیں۔ ہم ان کی اہمیت، ان کے سیاق و سباق اور ان کے اثرات سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی عالمِ اسلام اپنی شواہد پر قابو پا کر ترقی اور تابناکی کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گا اور پندرھویں صدی ہجری

مسلمانوں کو اگر اوجِ ثریا پر نہیں تو کم از کم ایک قابلِ قدر اور قابلِ رشک مقام پر دیکھ سکے گی۔ انشاء اللہ بشرطیکہ ہم اپنے فرائض کو پہچانیں اور اپنی صلاحیتوں کو صحیح طور پر بروئے کار لائیں۔

میرے خیال میں ہمیں جن شعبوں پر خاص طور پر توجہ دینی چاہئے وہ تین ہیں۔ پہلا شعبہ اخلاقی انحطاط کا ہے جہاں ہمیں روزمرہ زندگی میں مسلمانوں کے قول و فعل میں تضاد نظر آتا ہے زیادہ سے زیادہ لوگ ”مادیت“ کی دوڑ میں سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں۔ ذاتی مفاد کو ملکی اور ملی مفاد سے برتر سمجھنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ گویا مجموعی طور پر اس دنیا کو آخرت پر مقدم سمجھنے کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ حالانکہ خود قرآن حکیم میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے اور واضح الفاظ میں کہا گیا ہے.....

”مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے“ اس ارشادِ الہی کی روشنی میں اپنی ترجیحات کو درست کرنے اور گمراہی کے راستے کو ترک کرنے کی ضرورت ہے اور میرے خیال میں اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کو مضبوط بنائیں۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور اپنے ہر عمل کے لئے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھیں۔ قوتِ ایمان پر زور دینے کی وجہ میرا یہ یقین ہے کہ مضبوط ایمان والے شخص کے اعمال کبھی کمزور یا گھٹیا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً اس ہال میں موجود اگر ہر فرد کو یہ یقین ہو کہ میں نے جھوٹ بولا تو یہ چھت میرے سر پر گر کر مجھے کچل دے گی تو

میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اس چھت کے نیچے بیٹھا ہوا کوئی شخص جھوٹ نہیں بولے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ذہن میں کہیں نہ کہیں ”شک“ کا کیرا اپنا گھر بنا چکا ہے جو اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ ممکن ہے جھوٹ بولنے سے چھت نہ گرے، لہذا سب سے پہلے ہمیں اپنے اپنے ذہن کے جالوں کو ”شک“ کے ان کپڑوں سے پاک کرنا ہوگا اور جب ہمارے ذہن پاک و صاف ہو جائیں گے تو انشاء اللہ ہمارے اعمال خود بخود درست ہو جائیں گے۔

دوسرا مسئلہ نظریاتی چیلنج کا ہے۔ بعض قومیں جو اسلامی نظریہ حیات پر ایمان نہیں رکھتیں بظاہر آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہی ہیں ان کا رنگ و بو اور ان کی آب و تاب ہم میں سے بعض لوگوں کے لئے بڑی کشش رکھتی ہے۔ بعض لوگ یہ چار روزہ زندگی زاہد خشک کی طرح بسر کرنے کی بجائے آرام و آسائش سے گزارنا چاہتے ہیں۔ انہیں یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اسلام کشادگی رزق کا مخالف نہیں۔ اسلام جدید ترقی اور خوشحالی کی راہ میں حائل نہیں۔ اسلام صرف اصراف اور عیش و عشرت کی ممانعت کرتا ہے۔ آرام و آسائش سے زندگی بسر کرنے سے منع نہیں کرتا۔ مسلمان اور غیر مسلمان کے تصور ترقی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ

مسلمان دوسرے تمام کاموں کی طرح ترقی کے عمل کو بھی ایک اعلیٰ تر و بالا تر نظام کے تابع سمجھتا ہے جب کہ غیر مسلم ترقی برائے ترقی اور خوشحالی برائے خوشحالی کو مقصدِ حیات بنا لیتا ہے۔ میں کسی کے نظریہ حیات کو تنقید کا ہدف بنانا نہیں چاہتا لیکن یہ ضرور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں ترقی برائے ترقی کا تصور رائج ہے وہاں انسان ایک عجیب کشمکش کا شکار ہو چکا ہے۔ سائنسی ترقی نے اس کی ذہنی طنابیں کھینچ کر رکھ دی ہیں۔ روزمرہ زندگی پر اخلاقی اقدار کی گرفت کمزور ہوتی جا رہی ہے اور انسانی ذہن اضطراب، پریشانی اور وسوسوں کا شکار ہو چکا ہے، اسے روحانی سکون اور ذہنی راحت کی طلب اور تلاش ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح چودہ سو سال پہلے اسلام نے انسانی برادری کو ایک اور طرح کے بحران اور انحطاط سے نکالا تھا اسی طرح وہ دورِ حاضر کے پریشان خاطر انسان کو بھی امن و سکون کی راہ دکھا سکتا ہے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان جو بات عملی طور پر واضح کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور تسخیرِ کائنات کی کوششوں کی حمایت کرتا ہے اور وہ ان تمام کوششوں کو ایک اعلیٰ تر روحانی اور اخلاقی ضابطے کے تابع سمجھتا ہے تاکہ انسان انسان کا استحصال نہ کر سکے تاکہ مخلوق اپنے خالق کی نافرمانی نہ کر سکے تاکہ انسان مادی ترقی کی

تاریک راہوں میں گم ہونے کی بجائے اپنی تخلیق کے بنیادی مقصد کی تکمیل کر سکے۔

اس عظیم مقصد کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے ہمیں اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لینا ہوگا اور فوری نوعیت کے بعض بنیادی مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں سب سے زیادہ توجہ جس کام پر دینا ہوگی وہ فروغِ تعلیم ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسلام میں تعلیم محض ایک سہولت نہیں جس سے ضرورت کے مطابق استفادہ کیا جائے بلکہ یہ فرض ہے، دونوں مردوں اور عورتوں کے لئے، جس کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ کہیں یہ حکم ہوا ہے کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کرو اور کہیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ حصولِ علم کے لئے دُور دراز علاقوں تک سفر کرنے سے بھی گریز نہ کرو، ایک طرف ان احکامات کو دیکھئے اور دوسری طرف عملی زندگی پر نظر ڈالئے۔ بڑے دکھ کا مقام ہے کہ آج جب ترقی یافتہ ممالک چاند تاروں پر کمندیں ڈال رہے ہیں، عالمِ اسلام کے اکثر ممالک کی اکثر آبادی بنیادی تعلیم سے محروم ہے۔ آج بھی بعض ایسے مسلمان ممالک موجود ہیں جہاں تعلیم کی شرح صرف پانچ یا سات فیصد ہے خود پاکستان میں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد کل آبادی کی صرف ایک چوتھائی ہے۔ جب تک ہم جہالت کے اس پردے کو چاک نہیں کریں گے:

ہم آئندہ صدی ہجری میں ترقی کے کسی اور منصوبے کو شرمندہ تعبیر نہیں کر سکیں گے۔

تیسرا شعبہ جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اس کا تعلق ابلاغ عامہ کے ذرائع سے ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ابلاغ عامہ کے معروف ذرائع پر زیادہ تر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔

جس کے دو نقصان ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک مسلمان ملک کو دوسرے مسلمان ملک کی صحیح صورت حال کا علم نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان عوام کی سطح پر معلومات کا جو تبادلہ ہوتا ہے وہ عموماً تعصب کی آمیزش سے پاک نہیں ہوتا کیونکہ جن ذرائع سے یہ معلومات ایک مسلمان ملک سے دوسرے مسلمان ملک تک پہنچتی ہیں ان کا کنٹرول ایسے افراد کے ہاتھوں میں ہے جو مسلمانوں کو باہم متحد دیکھنا نہیں چاہتے۔ دوسرا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان ممالک کی جو خبریں غیر مسلم ممالک تک پہنچتی ہیں وہ بھی عموماً مسخ شدہ ہوتی ہیں اگر ایک مسلمان ملک اپنے نظریہ حیات کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کیلئے چند اقدامات کرتا ہے تو غیر ممالک میں صرف اس کے منفی پہلو مثلاً سنگساری، قطع ید اور کوڑے مارنے کی اطلاعات پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ابلاغ عامہ کے شعبے میں بیک وقت دو محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اسلام کے متعلق غیر مسلم ممالک میں جو غلط فہمیاں پائی

جاتی ہیں انہیں دور کیا جائے، اسلام کو ایک ترقی پسند اور رفاہی مذہب کے طور پر پیش کیا جائے اور انہیں یقین دلایا جائے کہ پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں احیائے اسلام کا مقصد صلیبی جنگوں کے دور کو تازہ کرنا نہیں بلکہ اس گمراہی پر بسنے والی بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرنا ہے۔ دوسرا محاذ عالم اسلام کا ہے جہاں ایک اسلامی ملک کے بارے میں دوسرے اسلامی ملک تک صحیح اور مستند معلومات پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہ سکیں بلکہ باہمی معلومات کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب بھی آسکیں۔

معزز خواتین و حضرات! علم اسلام کے متعلق تین بنیادی باتوں پر اظہار خیال کے بعد آخر میں میں نئی نسل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جس نے پندرہویں صدی ہجری میں نہ صرف قیادت کے فرائض سنبھالنے میں بلکہ آئندہ کی قیادت کے لئے راہیں بھی متعین کرنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج اکثر پاکستانی نوجوانوں میں اسلام کے لئے قابل رشک حد تک محبت اور ولولہ پایا جاتا ہے اگر ان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کی گئی تو مجھے یقین ہے کہ وہ دورِ حاضر میں عالم اسلام کو درپیش نظریاتی چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ اخلاقی انحطاط کا سدباب کریں گے اور

نظام اسلام پر مبنی معاشرے کو مضبوط بنیادوں پر استوار کریں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے ہاں بعض لوگ جن میں نوجوان بھی شامل ہیں، غیر اسلامی نظریات کی طرف راغب ہیں۔ ان کی وفاداریاں دین اسلام اور نظریہ اسلام کی بجائے کہیں اور ہیں، یہ عناصر نفرت کے نہیں بہمدردی کے لائق ہیں۔ میرے خیال میں ان کی گمراہی کی وجہ یہ نہیں کہ کوئی بہتر اور زیادہ صحت مند نظریہ حیات دریافت ہو گیا ہے بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اسلام کی ماہیت، اس کی افادیت اور اس کی عظمت سے ناواقف ہیں۔ انہیں صحیح راہ دکھانے اور راہ راست پر لانے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں اساتذہ والدین اور ابلاغ عام کے ذرائع نہایت مفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

اپنی تجربات اور اپنی توقعات کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ انشا اللہ آئندہ صدی ہجری نئی نسل کی صدی ہوگی۔ آئندہ صدی ہجری سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی ہوگی، آئندہ صدی ہجری حیاتیات اسلام اور فروغ اسلام کی صدی ہوگی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آئندہ صدی ہجری انشا اللہ بنی نوع انسان کی ترقی، خوشحالی اور نجات کی صدی ہوگی۔

میں ان الفاظ کے ساتھ پندرہویں صدی ہجری سے متعلق اس قومی کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کانفرنس کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ جناب اے، کے بروہی کی رہنمائی میں اس طرح کی مزید کئی کامیاب تقریبات ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ انہیں دین اسلام کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع دے۔ آمین

پاکستان زندہ باد



شائع کردہ: وزارت اطلاعات و نشریات  
محکمہ فلم و مطبوعات  
اسلام آباد

طابع: خورشید پرنٹرز لمیٹڈ، اسلام آباد

شائع کردہ: وزارت اطلاعات و نشریات  
محکمہ فلم و مطبوعات  
اسلام آباد

طابع: خورشید پرنٹرز لمیٹڈ، اسلام آباد